بحث ونظر

مسجد کونسل رابطۂ عالمِ اسلامی کی قرارداد

(اذان سے قبل صلاۃ وسلام کے متعلق)

از مولانا عبد المالک صاحب شیخ الحدیث مرکز خادم اسلامیہ منصورہ

یہ ایک المیہ ہے کہ ہمارے بعض علماء اس انتظار میں رہتے ہیں کہ انہیں کوئی ایسی چیز ہاتھ آئے جس کو وہ دوسروں کے خلاف نفرت پیدا کرنے اور ان کے خلاف محاذ آرا ہونے کے لیے استعمال کر سکیں اور اسی جذبے کی بنا پر بعض اوقات ایک صحیح اور متفق علیہ چیز کو غلط اور مختلف فیہ بنانے میں کوشش میں لگ جاتے ہیں۔ حالانکہ آج تک کے تجربے نے یہ بات ثابت کر دی ہے کہ اس سے کسی بھی فریق کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا لیکن ہمارے قابلِ قدر علمائے کرام پھر اسی تجربے کو دہرانا شروع کر دیتے ہیں اور وہی چیز جو انہیں قریب لانے میں بھی ممد و معاون ہو سکتی ہے اس کو افتراق و انتشار کا ذریعہ بنا دیا جاتا ہے۔

حال ہی میں "رابطۂ عالمِ اسلامی" کی طرف سے اذان سے قبل صلوٰۃ وسلام کے بارے میں جو قرارداد آئی ہے اس کے ساتھ بھی یہی سلوک روا رکھا گیا ہے۔ حالانکہ اس میں جو کچھ کہا گیا ہے اس سے کسی مسلک پر زد نہیں پڑتی۔ جہاں تک میرا مطالعہ ہے میری دیانت دارانہ رائے ہے کہ علمائے اہلِ سنّت بریلوی کا بھی اصل مسلک یہ ہے کہ اذان اور اقامت کے درمیان "تثویب" میں کوئی حرج نہیں اور تثویب کا معنی بالاتفاق "الاعلام بعد الاعلام" سے کیا گیا ہے جس کا مطلب "اطلاع کے بعد دوبارہ اطلاع" کرنے کے ہیں۔ یعنی ایک مرتبہ لوگوں کو نماز باجماعت کے لیے اذان کے ذریعے اطلاع دینا اور دوسری مرتبہ اقامت سے پہلے کسی لفظ سے نماز باجماعت کی طرف متوجہ کرنا۔

متاخرین فقہاء احناف نے اسے مستحسن قرار دیا ہے۔ بریلوی علماء نے اس کے لیے "صلوٰۃ وسلام" کے کلمات کو مقرر کیا ہے۔ ان کا اصل مسلک تو میرے علم کی حد تک یہی ہے۔ اس مسلک کا تقاضا یہ ہے کہ اذان سے **قبل** صلوٰۃ وسلام نہ پڑھا جائے، لیکن عملاً اذان شروع کرنے سے پہلے صلوٰۃ وسلام پڑھا جاتا ہے۔ جس کا رواج کسی دور میں نہ تھا اور نہ ہی بریلوی مسلک کے اکابرین نے اسے آدابِ اذان میں شمار کیا ہے۔ پھر بریلوی مسلک کے نام پر اس چیز کو کیوں رواج دیا جا رہا ہے؟ اس پر خود بریلوی مسلک کے اہلِ علم کو ٹھنڈے دل و دماغ سے غور کرنا چاہیے اور اگر رابطۂ عالمِ اسلامی کی قرارداد سے اس طرف توجہ مبذول کروائی گئی ہے تو اس پر ناراض ہونے کے بجائے شکر گزار ہونا چاہیے۔ ہاں! اگر رابطہ عالمِ اسلامی کی طرف سے صلاۃ وسلام کے ان کلمات کو نہ پڑھنے کی سفارش ہوتی جن کلمات صلاۃ وسلام کو بریلوی مسلک میں اہمیت حاصل ہے تو انہیں اس سے اختلاف کرنے کا حق تھا۔ اگرچہ ایسی صورت میں بھی اس عالمی تنظیم جسے حرمین شریفین کے ساتھ نسبت اور تعلق کا شرف حاصل ہے، سے احترام کے ساتھ اختلاف ہونا چاہیے کہ یہ ہمارے دعویٰ محبتِ رسولؐ کا تقاضا ہے لیکن مسئلہ زیر بحث میں تو ایسی بات کہی گئی ہے جو متفق علیہ ہے۔

مولانا امجد علی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور و معروف کتاب بہارِ شریعت میں فرماتے ہیں:

"مسئلہ: متاخرین نے تثویب مستحسن رکھی ہے یعنی اذان کے بعد نماز کے لیے دوبارہ اعلان کرنا اور اس کے لیے شرع نے کوئی خاص الفاظ مقرر نہیں کیے بلکہ جو وہاں کا عرف ہو مثلاً الصلوٰۃ الصلوٰۃ (نماز نماز) یا قامت قامت (کھڑی ہوگئی کھڑی ہوگئی) یا الصلوٰۃ والسلام علیك یا رسول اللہ" (حصہ سوم ص ۳۷)

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں —

سوال و جواب درج ذیل ہیں:

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید اقامت سے قبل درود شریف آواز بلند پڑھتا ہے اور اس کے ساتھ اقامت یعنی تکبیر شروع کر دیتا ہے کہ جس سے عوام کو معلوم ہوتا ہے کہ درود شریف اقامت کا جزو ہے اور عمرو درود شریف نہیں پڑھتا صرف اقامت کہتا ہے تو زید کو یہ فعل اس کا ناپسند

آتا ہے اور اصرار سے اس کو پڑھنے کو کہتا ہے۔ اس صورت میں درود شریف جہر سے پڑھنا اور زید کا اصرار کرنا کیسا ہے؟

جواب: ”درود شریف قبل اقامت پڑھنے میں کوئی حرج نہیں مگر اقامت سے قبل چاہیے یا درود شریف کی آواز اقامت سے ایسی جدا ہو کہ امتیاز رہے اور عوام کو درود شریف جزوِ اقامت معلوم نہ ہو۔ رہا زید کا عمرو پر اصرار سو وہ اصلاً کوئی وجہ شرعی نہیں رکھتا۔ یہ زید کی زیادتی ہے۔“ (فتاویٰ رضویہ مسئلہ ۳۷۸ جلد ۲ ص ۳۵۱)

یعنی اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ درود شریف اقامت سے قبل فاصلہ رکھ کر پڑھے یا اگر متصلاً پہلے پڑھنا ہو تو اس کے پڑھنے کا انداز ایسا ہو کہ لوگ محسوس کریں کہ اقامت ابھی شروع نہیں ہوئی اقامت اس کے بعد ہوگی۔ گویا آپ نے بھی اس اصول کو بیان کیا کہ درود شریف کو اس طرح نہ پڑھا جائے کہ یہ اقامت کا حصہ معلوم ہو اور پڑھنے کا حکم یہ نہیں بیان کیا کہ یہ اقامت کے آداب میں سے ہے اور مستحب ہے۔ بلکہ حرج کی نفی فرمائی کہ پڑھنے میں کوئی حرج نہیں اور پڑھنے پر اصرار کرنے والے کی بات کو بے اصل قرار دیا۔ ایک اور سوال کے جواب میں تثویب میں چند اضافوں کو بدعت قرار دیتے ہیں۔ جن میں بعض درج ذیل ہیں:

۱۔ نہ پکارنے کو گناہ جاننا۔

۲۔ نہ پکارنے سے نماز جمعہ میں قصور سمجھنا۔

۳۔ نہ پکارنے والے کو تقلید سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ سے باہر خیال کرنا۔

۴۔ معاذ اللہ اسے بے ایمان گمان کرنا۔

یہ اعتقادِ باطل و ضلال ہیں۔ ان کے معتقدین پر توبہ فرض قطعی ہے اور ان رسوم و خیالاتِ باطلہ کا ہدم اور اعدام لازم ہے۔ ”قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھو رد۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔“ (مسئلہ نمبر ۳۵ جلد ۲ ص ۳۵۳)

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس وقت اس مسئلے کو جس انداز سے اٹھایا گیا ہے۔ کیا وہ اعلیٰ حضرتؒ

کے مذکورہ بالا ارشاد سے مطابقت رکھتا ہے؟ اعلیٰ حضرت "اصرار کرنے والے" کی بات کو بے اصل "نہ پکارنے کو گناہ" قرار دینے والے کے نظریہ کو بدعت قرار دے رہے ہیں۔ ایسی صورت میں رابطہ عالم اسلامی کی قرارداد پر اعتراض کو کیسے اعلیٰ حضرت کے مسلک کی نمائندگی قرار دیا جا سکتا ہے جب کہ اس سے قبل حضرت مولانا مفتی محمد حسین نعیمی ایک استفسار کا جواب دیتے ہوئے فرما چکے ہیں کہ:

"اذان کے کلمات مقرر ہیں، اس میں کمی بیشی کرنا یا ان کے آگے پیچھے درود شریف یا قرآن کریم کی آیات بلا فصل ملانا بدعت اور عبادت الٰہی میں خلل ڈالنے کے مترادف ہے، اذان کے ساتھ اوّل درود شریف کو لازم قرار دینا اہل سنّت کا شعار بنانا بھی بدعت اور عبادتِ معہودہ میں تحریف کرنے کی کوشش ہے۔"

(بحوالہ تعلیمات شاہ احمد رضا خاں بریلوی ص ۸۵)

کیا اعلیٰ حضرت اور مذکورہ بالا دیگر علماء کرام کے علم میں یہ بات نہیں تھی کہ اذان سے قبل درود شریف پڑھنے کی ممانعت نہیں انہوں نے اس اصول کہ "جس چیز کی ممانعت نہ ہو اس کو کر لینے کی اجازت ہے" کی بنیاد پر اذان سے قبل درود و سلام کی بطور تثویب اجازت نہیں دی تب آج اس اصول کی بنیاد پر اذان سے قبل درود و سلام کو کیسے رواج دیا جا سکتا ہے۔

ایک اور پہلو سے میں محترم علماء بریلوی سے گذارش کروں گا کہ وہ بدلے ہوئے حالات جبکہ "اذانیں" سپیکروں پر دی جا رہی ہیں، نمازوں کے اوقات گھڑیوں کے حساب سے مقرر ہیں اور لوگوں کو گھڑیوں کی سہولت حاصل ہے اور اکثریت اذان کی آواز پر بھی ٹس سے مس نہیں ہوتی۔ اس بات پر بھی غور فرمالیں کہ کیا متاخرین فقہاء احناف نے جن حالات میں "تثویب" کو مستحسن قرار دیا تھا وہ حالات آج موجود ہیں؟ اگر وہ دیانت داری سے سمجھتے ہوں کہ حالات اسی طرح کے ہیں اور تثویب کی ضرورت ہے تو وہ تثویب کو تثویب کی حیثیت سے رواج دیں

مزید برآں میں اُن سے یہ بھی عرض کروں گا کہ صلوٰۃ و سلام کو بطور تثویب مقرر کرنا یہ خالص اُن کی ذاتی رائے ہے اس پر بھی اس نقطۂ نظر سے غور کرلیں کہ متاخرین نے جس چیز کو تثویب

کے طور پر مقرر کیا تھا - اس میں یہ شرط لگائی گئی تھی کہ وہ عرفاً اعلام کے لیے ہو لیکن صلاۃ و سلام میں اعلام کا کوئی پہلو نہیں ہے اور نہ ہی عرفاً اس کو نماز کی اطلاع سمجھا جاتا ہے، بلکہ اسے درود و سلام سمجھا جاتا ہے اور اسے صرف تثویب کے طور پر نہیں پڑھا جاتا کہ تخصیص استعمال کی وجہ سے تثویب قرار پائے۔

تیسری چیز یہ بھی پیش نظر رکھیں کہ اس وقت اسے عملاً اذان کے آداب کے طور پر اذان سے متصل پڑھا جاتا ہے۔ یہ چیز لازماً آگے چل کر یہ نتیجہ پیدا کرے گی کہ لوگ اذانوں کو مختلف سمجھنے لگیں گے اور کہیں گے کہ مسلمانوں کے مختلف فرقوں کی اذانیں مختلف ہیں۔

چوتھی چیز یہ کہ بعض صحابہ کرامؓ سے تثویب کو بدعت قرار دینے کی تصریح ثابت ہے۔ اور اسی واسطے متاخرین کے استحسان کے باوجود تثویب بمعنی "مسجد سے دوبارہ اعلان" کو کسی بھی دور میں عمومی رواج نہیں ملا۔ اگر کبھی کسی دور اور کسی علاقے میں "تثویب" کا سلسلہ شروع ہوا تو ختم بھی ہو گیا اور صرف ایک تاریخی اور نادر واقع کی حیثیت سے تاریخ کا حصہ بن گیا۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کے مزاج سے اس کی کتنی مطابقت ہے۔

اِن وجوہ سے میں یہ سمجھتا ہوں کہ رابطہ عالم اسلامی کی مسجد کونسل کی قرارداد قابل قدر ہے اور اس میں تمام مسالک کی راہنمائی کا سامان ہے نیز میں اہل علم سے گذارش کروں گا کہ وہ اختلافات کو بڑھانے کی بجائے اتفاقی امور پر نظر رکھتے ہوئے ایک دوسرے کے قریب ہونے کی کوشش کریں کہ اسی میں امتِ مسلمہ اور اس کے ہر طبقہ کی بھلائی ہے۔